۷۸۶

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

ضمیمہ

لمعات المصابیح

ملقب بہ

تنبیہ الغافلین

حسب فرمایش عالم باعمل مولانا شاہ سید ولایت حسین صاحب

دیورہ ضلع گیا

در برقی مشین پریس [illegible] بانکی پور طبع شد

سنہ ۱۳۵۰ ہجری

No 14344

39667

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گیارہ یا بیس

بیس

ناظرین! حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی دامت برکاتہ نے اپنے دربھنگہ کے وعظ میں آیہ تمکین سے خلافت خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم کو ثابت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جو احکام و قوانین ان کے وقت میں صادر و جاری ہوئے وہ سب مرضیات خدا و رسول کے مطابق تھے اور اسکے ضمن میں بیس رکعت تراویح کی طرف حضرات اہلحدیث کو بھی (بمناسبت مقام) توجہ دلائی تھی۔ (جس پر زمانہ فاروقی سے بلا نکیر سارے صحابہ و تابعین کا عمل در آمد رہا، اور جس کا بقول حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ و صاحب مبسوط وغیرہم" دیکھو منہاج السنۃ، اوجز المسالک" اہل قبلہ میں، روافض خذلہم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی بھی منکر نہیں۔) تراویح کا ذکر آجانے کی بھی یہی وجہ تھی کہ غیر مقلد تو تراویح کے منکر آج کھڑے ہوتے ہیں، کیونکہ فی نفسہ غیر مقلدی انگریزی آزادی کی پیداوار ہے، شیعے تو صدیوں سے تراویح کو مطاعن فاروقی میں لکھتے چلے آتے ہیں۔

مولانا لکھنوی سلمہ کے وعظ نے شیعہ طبقہ میں جو ماتم برپا کر دیا ہوگا اسکو باخبر حضرات جانتے ہونگے۔ مگر اہل حدیث امرتسر کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بیس رکعت تراویح کے نام نے بھس میں آگ لگانے کا کام کیا اور سارے غیر مقلدوں میں شور مچ گیا۔ اور ان کا چھوٹا بڑا ہر شخص اپنی اپنی بساط کے مطابق اس آگ کے بجھانے اور تعامل صحابہ کو خلاف سنت ثابت کرنے کیلئے طیار ہوگیا مگر یابی اللہ الا ان یتم نورہٗ

ہاں تشبہ بالروافض سے بچنے کے لئے بعض سنجیدہ لوگوں نے حضرت عمرؓ پر اتنا احسان کیا کہ آپکو بیس رکعت کا حکم دہندہ تسلیم نہیں کیا۔ مگر اس بیچ بچاؤ سے کیا فائدہ۔ جب سارے صحابہ رضی اللہ عنہم اس خلاف سنت کے مرتکب اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے محرّف ٹھہرتے ہیں۔

زیادہ افسوس تو یہ ہے کہ جس طرح روافض اپنے خرافات کو قرناً بعد قرنٍ دہراتے چلے آتے ہیں حالانکہ علماء اہل سنت ان کے جواب سے فارغ الذمہ ہوئے ہوتے ہیں اور دریا بوالاہوار ان کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے۔ بلا فرق یہی حال حضرات غیر مقلدین کا ہے۔ باوجودیکہ تراویح وغیرہ کے معاملہ میں انکے شبہات واہیہ کا کافی طور پر ازالہ کیا جا چکا ہے مگر یہ اپنے مزعومہ اعتراضات سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹتے۔ انا للہ۔ بلکہ یہاں تو ظلم در جہاں اندک بود ہر کہ آمد براں مزید کرد۔ کا معاملہ ہو رہا ہے۔

ایک کمبخت اشتہاری نے تو یہاں تک لکھ مارا تھا کہ بیس رکعت تراویح پڑھنے والا بدعتی ناری ہے۔ استغفر اللہ کوئی کہاں تک ان لغویات کا بار بار جواب دیتا رہے۔ جب ان کو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانا اور اپنی جماعت اور اپنا شعار تمامی مسلمانوں سے الگ رکھنا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ خدا ہی ان دینی فتنوں کو دفع کرے اور اسلام اور مسلمانوں پر رحم فرمائے۔ آمین

کاش غیر مقلد حضرات اتنا ہی سمجھ کر اپنے زبان و قلم کو روکتے کہ انکار تراویح کا موجد ان سے صدیوں قبل ابن سبائی فرقہ پیدا ہو چکا ہے۔ مگر ان کو تو ہندوستان میں حنفیوں کی مخالفت نے اتنا از خود رفتہ بنا رکھا ہے کہ ان پر مخالفت سنت کا الزام ضرور عائد کیا جائے۔ خواہ وہ الزام بہ رجعت قہقری صحابہ کرام تک جا پہنچے۔ اعاذ نا اللہ من ذلک۔ یہ بھی تو یہ حضرات غور کرتے کہ ایک دو صحابی کا قصہ ہو تو اس کی غلطی فہم و رائے کی بنیاد پر بھی پردہ پوشی کی جائے۔ سارے کے سارے صحابہ و تابعین و تبع تابعین و جملہ ائمۂ دین و تمامی اکابر و سلف و جملہ مسلمانان عالم کو کسی گوشۂ گمنامی میں چھپا کر غیر مقلدوں کی آٹھ والی سنت کو حق تسلیم کرتے ہوئے بیس کو ترک کر دیا جائے یہاں تک کہ ظاہریہ بھی بیس ہی کے قائل رہے، داؤد ظاہری کا مذہب بھی بیس ہی رہا۔ دیکھو اوجز المسالک شرح موطا مالک نقلاً عن ابن رشد۔ خود رو اہل حدیثوں سے تو چنداں شکایت نہیں ہوتی اگر ان کے علما اس مرض میں مبتلا نظر نہ آتے جناب مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے ساتھ ہم کو بہت کچھ حسن ظن تھا مگر دیکھتے ہیں کہ انھوں نے بھی مولانا لکھنوی سلمہ کی توجہ دہانی سے الٹا اثر لیا اور اپنے طبقہ کے جہال کی خاطر سے میدان مناظرہ میں آکودے اور روافض کی ہمنوائی اور حدیث من کثر سواد قوم فھو منھم کا خوف کچھ بھی ان کو لاحق نہیں ہوا۔ انا للہ۔ آپ سے اتنا بھی نہیں ہو سکا کہ پہلے اپنے مخالف ہی تصانیف کو دیکھ کر نیک نیتی کے ساتھ اپنے شبہات کا ازالہ فرما لیتے۔ یا علی وجہ البصیرۃ۔ ان کے مجیب ہی کی صورت میں صفحات اہل حدیث پر ظاہر ہوتے۔ ہمکو خوب یاد ہے کہ مولانا موصوف جب مدرسہ انوار العلوم گیا کے سالانہ جلسہ میں تشریف لائے تھے، تو احقر نے اپنا رسالہ **لمعات المصابیح للنظر فی رکعات التراویح** آپ کو دکھایا تھا۔ مگر شاید ممدوح نے اسکو بھولی نظر سے بھی کبھی نہیں دیکھا ورنہ مخالفت میں ایسی جسارت نہ فرماتے۔ اس میں مولانا کے سارے شبہات کا ازالہ موجود تھا۔ اور اس پر طرہ یہ ہے کہ بمقابلہ مولانا لکھنوی سلمہ کے اپنے علم و حدیث دانی کے زعم میں محض بے معنی لن ترانیاں مارنے لگے۔ اور اہل حدیث امرتسر مورخہ ۹ رجب سنہ ۱۳۵ھ میں گیارہ یا بیس کے عنوان سے ایک مضمون لکھ مارا اور غائبانہ ڈینگ میں فرمانے لگے۔ لہٰذا ہم اپنے پرانے دوست مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی اور ان کے موید و حامی کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ حدیث دانی محض روایت کشی اور کتب حدیث سے نقل روایت کا نام نہیں ہے بلکہ حدیث سے استناد کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ رجال اسانید اور ان کی کیفیت پر پوری نظر ہو۔ مگر افسوس خود آپ نے لمعات المصابیح پر ادھوری نظر بھی نہیں ڈالی۔

اب ہم مولانا سیالکوٹی کے مضمون کے ساتھ ساتھ لمعات المصابیح کی عبارت مع شئی زائد پیش کر دیتے ہیں، مولانا اور ان کے ہمنوا علم و دیانت و تہذیب کے ساتھ اسکا جواب دیں اگر کوئی بات حق اور خدا لگتی معلوم ہو تو اسکو قبول فرما کر بشرط ہمت اسکا اظہار کر دیں اور مسلمانوں کو مزید گمراہی میں نہ چھوڑیں۔ ورنہ خدا کے لئے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں وصیت نبوی لا تتخذوا اصحابی غرضا فمن احبہم فبحبی احبہم ومن ابغضہم فببغضی ابغضہم کو ملحوظ رکھیں۔ یہ کوئی دینداری نہیں ہے کہ اپنے متبع سنت بننے کو جمہور صحابہ اور تمامی امت کو مخالف سنت قرار دیکر اپنے جاہلوں کو مزید سفیہانہ لب کشائی کا موقعہ دیدیا جائے۔ نعوذ باللہ من ذلک واللہ تعالیٰ ولی التوفیق ومنہ الهدایة۔

سیالکوٹی برخلاف اس کے (یعنی مولانا لکھنوی سلمہ کے پیش کردہ روایت عشرین کے خلاف) حضرت عمر رضی اللہ کا امر در بارہ گیارہ رکعت کے موطا ہی میں سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی روایت سے مصرح ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں :- "امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب و تمیم الداری ان یقوما للناس باحدی عشرہ رکعة" یعنی حضرت عمرؓ نے ابی اور تمیم کو گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ مگر زرقانی شرح موطا باوجودیکہ آپ کے پیش نظر ہے اور اس میں اس روایت کے تحت میں یہ عبارت موجود ہے۔ وقال ابن عبد البر رحمة اللہ روی غیر مالک فی هذا الحدیث احد وعشرون وهو الصحیح ولا اعلم احدا قال فیه احدی عشرة الا مالکا - (الی) الا ان الاغلب عندی ان قوله احدی عشرة وهم" (لمعات صفحہ ۳۶) جس کا حاصل یہ ہے کہ بقول امام ابن عبدالبرؒ گیارہ کا لفظ محض غلط اور وہم ہے، اور آپ نے ابن عبدالبر ایسے امام جرح و تعدیل کی تنقید کا کوئی جواب نہ دیا۔ آپ کو یزید بن رومان کی روایت میں مولانا عبداللہ غازی پوری مرحوم کی رکعات التراویح سے انقطاع سند اور یزید کے سنہ وفات کا پتہ چل گیا۔ مگر زرقانی سے ابن عبدالبرؒ کی تنقید کا پتہ نہ علامہ غازی پوری کو، نہ آپ کو چلا۔ کیا یہی اہل تدین کی علمی تحقیقات کی شان ہے اور کیا اسی تحقیق پر مولانا سیالکوٹی کو یہ کہنے کا اور اس پر فخر و ناز کرنے کا موقعہ ملتا آگیا کہ (اور گیارہ رکعت والی روایت جو سائب بن یزید سے ہے، اس میں کسی قسم کا خلل نہیں وہ بالکل پختہ اور متصل ہے) اس پختگی کا حال تو معلوم ہو چکا۔

اسکے بعد مولانا نے سائب بن یزید رضی اللہ کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔ فرماتے ہیں اور سائب بن یزید رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ کے حالات کے بہتر گواہ ہیں۔ حضرت عمرؓ کی طرف سے مدینہ طیبہ کے بازار ماسٹر تھے۔ مدینہ ہی میں فوت ہوئے، اسی طرح ان سے روایت کرنے والے محمد بن یوسف تابعی ہیں اور ان کے صاحب قرابت عزیز ہیں۔ بڑے پایہ کے حافظ ہیں۔ امام بخاری

وغیرہ ائمہ نقادنے ان کی بہت تعریف کی ہے۔ غرض یہ روایت ہر طرح سے قابل وثوق وقابل استناد ہے۔ اھ

تو اب حضرت سائب اور محمد بن یوسف کے قصہ سے بھی نمٹ لو۔ حضرت سائب کی جلالت شان کا بجز روافض دشمن خدا ے خدو ہم کے اور کون مسلمان منکر ہو سکتا ہے۔ وہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وکفی بہ فخرا۔ ہاں وہ پچھلوں کی غلطی کے ہرگز ذمہ دار نہیں ہو سکتے یہاں ایک موافق روایت کی وجہ سے ان کی یہ سب تعریف ہے۔ اب ہم ان کی بیس کی روایات نقل کرتے ہیں۔ تو پھر کہیں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ والا معاملہ نہ ہو۔ فی رکعات التراویح لمولانا الغازی فوری المرحوم۔ عن سائب بن یزید کنا نقوم فی زمن عمر بن الخطاب بعشرین رکعۃ والوتر قال النووی انہ صحیح الاسناد۔ (لمعات صفہ ۵۲) وفی سنن البیہقی باسناد صحیح کما قال ابن العراقی فی شرح التقریب عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عہد عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہم۔ فی شہر رمضان بثلاث وعشرین رکعۃ۔ (لمعات صفہ ۳۴-۳۵) اس سے خود حضرت سائب کا بیس رکعت پڑھنا بسند صحیح ثابت ہو گیا تو کیا حضرت عمر کے خلاف سائب اور سارے صحابہ بیس رکعت پڑھا کرتے تھے۔ ورنہ مخالفت امیر کا ایک اور الزام سائب اور سارے صحابہ پر عائد ہو جائے گا۔ اور حضرت عمر بھی الزام سے بری نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ دو حال سے خالی نہیں۔ گیارہ کا حکم شرعاً صحیح ہوگا۔ یا غلط۔ بصورت اول امر شرع میں صحابہ بیس پڑھ کر معصیت مخالفت امیر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور بصورت ثانی گیارہ کا حکم صحابہ کے نزدیک اتنا خلاف شرع تھا کہ بوجہ ارشاد نبوی لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق امیر المومنین کے حکم کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اور بیس پڑھنے لگے۔ استغفر اللہ۔

بین الاحادیث وجوہ ترجیح کو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی گیارہ کی روایت پر بیس کی روایت کو ترجیح ہے امام حازمی رحمۃ اللہ ناسخ منسوخ صفہ ۱۹ میں فرماتے ہیں کہ جس روایت سے صحابہ پر کوئی الزام وارد ہوتا ہو۔ اس کے مقابلہ میں اس روایت کو جس کی رو سے ان پر کوئی اعتراض وارد نہ ہو، ترجیح ہو گی۔ الوجہ التاسع والثلاثون ان یکون احد الحدیثین مشعرا بنوع قدح فی احوال الصحابۃ والثانی لا یوھم ذلک فیجب تقدیم ما لا یوجب ذلک اھ مختصراً۔

محمد بن یوسف کو دیکھو جن کی گیارہ والی روایت پر مولانا کا اس قدر زور شور ہے وہی محمد بن یوسف اُن ہی سائب بن یزید رضی اللہ عنہم سے بیس بھی روایت کرتے ہیں۔ دیکھ عبد الرزاق فی المصنف عن داؤد بن قیس وغیرہ۔ عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید ان عمر بن الخطاب جمع الناس فی رمضان علی ابی کعب۔ وعلی

تمیم الداری علی احدی وعشرین رکعۃ (لمعات) یہاں محمد بن یوسف بھی وہی حضرت عمر کے بازار ماسٹر بھی وہی بقیہ سند بھی صحیح۔ دیکھیں مولانا سیالکوٹی اسکا کیا جواب دیتے ہیں اور کس کو ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ مولانا تو اپنے خیال میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو آٹھ کا مرجح ثابت کر چکے ہیں مگر اسکی رو سے تو جمہور صحابہ پر مخالفت امر کے ساتھ مخالفت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزید الزام بھی عائد ہو گیا۔ پھر ایسی وجہ ترجیح کس کام کی۔ اس وجہ ترجیح سے البتہ روافض فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جن کا دین ہی توہین صحابہ پر مبنی ہے۔ جب جمہور صحابہ محرف سنت رسول اللہ ہو گئے تو ہمارے تمہارے ایسے متبع سنت رسول کس کھیت کی مولی ٹھہرینگے۔ استغفر اللہ۔ بیس رکعت کے معمول صحابہ ہونے سے تو انکار ہی نہیں ہو سکتا۔ خواہ بحکم فاروقی ہو یا بلا حکم۔ مگر آٹھ کو مامور بہ یا سنت مفروضہ قرار دینے کی صورت میں دونوں کا ماحصل وہی طعن علی الصحابہ نکلتا ہے، پھر ایسی حدیث دانی و حدیث فہمی آپ ہی کو مبارک ہو، خدا تعالیٰ مسلمانوں کو اس کے شر سے محفوظ رکھے اور وہ شیعوں کے ہمنوا نہ بنیں۔ آمین۔

باایں ہمہ حدیث ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ کی حقیقت تو پیچھے عرض کر چکے ابھی محمد بن یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ کی روایات سے نمٹ لینے دو۔ فی لمعات المصابیح صف۵ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے چند روایات ہیں۔ محمد بن یوسف[۱] کہتے ہیں رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ[۲] وقال ابن عبد البر وھذا محمول علی ان الواحدۃ للوتر۔ اور یزید بن خصیفہ ۲۰ کہتے ہیں رواہ محمد بن نصر کما فی العینی ورواہ البیہقی فی سنن الکبریٰ اور یہی آخری روایت ابن عبد البر کی ہر دو توجیہ کی دلیل ہے۔ البتہ گیارہ کی بھی (محمد بن یوسف اور سائب) بعض روایات ہیں، مگر حافظ ابن عبد البر فرما چکے احدیٰ عشرۃ وہم ہے، اور فی الحقیقت وہم کی دلیل ظاہر ہے۔ محمد بن یوسف (۱۱) اور (۲۰) دونوں روایت کرتے ہیں۔ ادھر دیگر اصحاب سائب جیسے حارث یزید بن خصیفہ (یحییٰ بن سعید) بیس پر بلا خلاف متفق ہیں۔ غرض ایک جگہ محمد بن یوسف دیگر اصحاب سائب کے ساتھ بیس میں متفق ہیں اور دوسری جگہ گیارہ فرمانے لگے جس میں کوئی ان کا موافق نہیں، خلاصہ یہ کہ تمامی رواۃ سائب کا ۲۰ پر اتفاق ہے ایک روایت میں محمد بن یوسف اپنا وسب کا خلاف فرمانے لگے۔ جس کی وجہ سے وہم کا تیقن اغلب ہو جاتا ہے گو یہ محمد بن یوسف کی جلالت شان کا ہمکو اعتراف ہے۔ مگر یہی بات ان کی بیس والی روایت کو بھی صحیح ٹھہراتی ہے ثانیاً دیگر اصحاب سائب رضی اللہ عنہم کی جلالت شان اور ان کا اتفاق بیس کی صحت کو غالب کر دیتی ہے۔ آخر بشریت ہے اور مقتضائے بشریت سے کون خالی ہے؟ فی الدفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل قال الذہبی فی میزانہ۔ فی ترجمۃ ہشام بن عروۃ بعد ذکر توثیقہ لا عبرۃ بما قالہ ابو الحسن القطان من انہ وسہیل بن صالح اختلطا وتغیرا نعم الرجل

تغیر قلیلا ولم یبق حفظہ کہو فی حال الشباب فنسی بعض محفوظہ او وھم فکان ماذا أھو معصوم من النسیان ومثل ھذا یقع لمالک وشعبۃ والوکیع والکبار الثقات اھ یعنی امام ذہبی فرماتے ہیں کہ اگر بعض بزرگوں کا حافظہ ضعیفی میں جوانی کے ایسا باقی نہیں رہا اسکی وجہ سے وہ اپنے بعض یادداشت کو بھول گئے یا اسمیں انکو وہم پیدا ہو گیا تو اس سے کیا ہوا۔ کیا وہ نسیان سے معصوم تھے اور ایسا فرق تو امام مالک، شعبہ، وکیع اور بڑے بڑے ثقات میں بھی پایا جاتا ہے۔" یہ بھی کچھ ضرور نہیں کہ اسکو محمد بن یوسف ہی کا وہم کہا جائے، ممکن ہے پچھلے ہی کسی راوی کی غلطی ہو (ابن عبدالبر تو امام مالک کی طرف اس وہم کو منسوب کرتے ہیں) الغرض محمد بن یوسف رضی اللہ عنہ کی گیارہ والی روایت کو خواہ وہم سے تعبیر کیجیے کما جزم بہ ابن عبد البر یا تفرد کی بنیاد پر اسکو شاذ کہئے دونوں صورتوں میں وہ ضعیف ناقابل احتجاج ہو جاتی ہے کما بین فی الاصول۔ اب اس میں روایت عشرین کے معارضہ کی صلاحیت ہی نہیں رہی کہ کسی تطبیق کی حاجت ہو اور تقدم و تاخیر کا ایک نا شدہ واقعہ پیدا کیا جائے۔ ھذا ما ظھر لی واللہ تعالی اعلم اھ مختصراً۔

سائب بن یزید کا مرحلہ طے ہو گیا۔ اب حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مرحلہ بھی طے کر لیجیے۔ فی لمعات المصابیح صفحہ ۳ صاحب رکعات التراویح (علامہ غازیپوری مرحوم) نے بھی اسکو (حدیث عائشہ رض کو) صحیحین سے نقل کیا ہے مگر ترجمۃ الباب بخاری کی نقل سے وہ آنکھ ڈرے کہ اسکو نقل تک نہیں کیا۔ بخاری میں یہ حدیث باب قیام النبی صلے اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ میں مذکور ہے۔ خدا تعالی جزا خیر دے بخاری رحمہ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ کو کہ انکے اس ترجمۃ الباب سے حدیث کا مطلب صاف ہو گیا کہ یہ حدیث درباب تہجد ہے قیام رمضان سے اسکو تعلق نہیں کیونکہ جو نماز رمضان اور غیر رمضان سب میں یکساں پڑھی جائے بجز تہجد کے اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ کتاب التراویح سے اسکو کہاں تک مناسبت ہے کہ امام بخاری اسکو یہاں بھی لائے تو واضح ہو کہ کتاب التراویح میں دو حدیث نقل فرمائی ہیں ایک حدیث من قام رمضان ایمانا و احتسابا اور دوسری حدیث تنظیم فاروقی کی۔ ان دونوں میں تہجد کا کوئی ذکر نہیں تھا اس سے چند شبہات پیدا ہوئے کہ شاید تراویح مسقط تہجد ہو یا یہ کہ تراویح کا قیام رمضان میں تداخل ہوتا ہو یا یہ کہ بوجہ قیام رمضان کے تہجد میں کمی ہو جاتی ہو یا یہ کہ جس طرح رمضان میں قیام رمضان کا اضافہ ہو گیا۔ جناب نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے تہجد میں بھی زیادتی ہو جاتی تو امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو کتاب التراویح میں مکرر لا کر ثابت کر دیا کہ نہ تو تراویح مسقط تہجد ہے اور نہ نماز تہجد قیام رمضان میں منضم ہو جاتی ہے اور نہ تہجد کے رکعات میں قیام رمضان کی وجہ سے کوئی کمی بیشی ہوتی تھی۔ قیام رمضان اور تہجد دونوں الگ الگ اپنی اپنی جگہ پر قائم ہیں۔ اگر یہ وجوہ ملحوظ ہوں تو پھر کوئی مناسبت اس حدیث کو باب سے نہیں رہتی ہے ھذا ما عندی وفوق کل ذی علم علیم اھ مختصراً جسکو مزید تحقیق کی ضرورت ہو احقر کی کتاب لمعات المصابیح کو جو بجواب رکعات التراویح علامہ غازیپوری مرحوم لکھی گئی ہے اور جس میں کل روایتیں مع اسانید جرح و تعدیل رجال درج ہیں بغور انصاف مطالعہ کرے واللہ الھادی۔ ہاں رہی یہ بات کہ کتاب التراویح میں تعداد رکعات تراویح کی کوئی حدیث نہیں لائے تو اسکی وجہ

بجز اسکے اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ بیس ۲۰ کی روایات آنکی شرط کے معیار پر نہ ہوں مگر اس سے انکی تضعیف ہنیں لازم آتی کہ
هو المصرح عن الامام البخاری بعدم انحصار التصحیح فی صحیحه - اور آٹھ کی تضعیف و تغلیط کی
کے لفظ میں تصریح و تنصیص فرمادی کیونکہ تراویح صیغہ جمع ہے جو اپنے حقیقی معنی کیساتھ تین سے کم پر صادق نہیں
آتا - تو اب (۲۰) اسکا حقیقی مصداق ہوا اور آٹھ میں دو ہی ترویحے ہوتے ہیں جس پر جمع کا اطلاق مجازی ہوگا اور
رجوع الی المجاز بدون تعذر حقیقت کے ممنوع ہے پس بیس متعین ہو گیا هذا ما ظهر لی فلله الحمد الخ
ایک تراویح کے لفظ سے امام بخاری نے بیس ۲۰ کی تصحیح اور آٹھ کی تضعیف دونوں کا کام لیا فجزاه الله خیر
الجزاء ما ادق نظره و الطف فکره صلی الله علی النبی الامی - ان غیر مقلدوں کی بے باک
و قلم اس قسم کے ابواب میں یہ جواب دیتے ہیں کہ بخاری کا یہ محض دعوی ہے جو بلا دلیل قابل قبول نہیں چنانچہ
مقالۃ الحسنی نے بھی بخاری باب لاخذ بالیدین کا دو دستی مصافحہ کے خلاف میں یہی جواب دیا ہے اور بعضوں نے
صاف کہدیا کہ ہم بخاری کے مقلد نہیں کہ ان کے کہنے سے ہم اپنے یکدستی مصافحہ کو چھوڑدیں - غیر مقلدوں کو اپنے علم و
دیانت کے خلاف میں کسی مجتہد یا محدث کے فہم و دیانت کا کوئی اعتبار نہیں ہے - خدا جانے جرح و تعدیل یا تصحیح و تضعیف
میں محدثین کے اقوال کی وہ کیوں تقلید محرم کو اختیار کرکے تقلیدی شرک میں مبتلا ہیں - یہ بات بھی قابل یاد داشت ہے
کہ جو حدیث سلف امت میں متروک العمل ہوجائے خواہ سنداً وہ صحیح بھی ہو ساقط الاعتبار ہوگی اور اس پر عمل جائز نہ ہوگا کیونکہ تجہیل
و تضلیل امت کو مستلزم ہے حالانکہ لا تجتمع امتی علی الضلالۃ ارشاد ہوچکا (میری امت گمراہی پر کبھی متفق نہ ہوگی) اب آٹھ
کی روایات کو دیکھو قطع نظر ضعف اسانید کے جب وہ حضرت عمر کے وقت سے بالاتفاق متروک العمل ہو تو اب اس پر عمل بحیثیت تراویح
نہ ہوگا اور اسکو جگانا احیاء سنت نہیں بلکہ فتنہ کو جگانا اور ساری امت کو عہد عمری سے لیکر قیام قیامت خاطی و گمراہ
ٹھہرانا ہے - ایسے اتباع سنت کو دور ہی سے سلام - تنظیم فاروقی سے قبل کتنی رکعتیں عہد صدیقی میں ہوا کرتی تھیں
اسکا تو کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ آٹھ والی ضعیف و مرفوع روایت کو کسی دور میں معمول بہا کہا جائے اور اگر بالفرض کہیں
بھی ہو تو وہ شخصی فعل ہوگا - عہد عمری کی بیس ۲۰ کی طرح اسکو اجماعی ضروری فعل تو کوئی نہیں کہہ سکتا جسطرح سارے
مسلمانان عالم کے خلاف ان چند شوریدہ سر مدعیان اتباع سنت کا قول و فعل شرعاً و عقلاً کوئی قابل توجہ نہیں ہے
اب ہم اس مضمون کو ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کرتے ہیں :- روی ابونعیم من حدیث عروۃ
الکندی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ستحدث بعدی اشیاء فاحبها الی ان تلزموا ما احدث عمر زاد جز المسالک
اس حدیث میں ان لوگوں کے لئے جو بیس تراویح کو بدعت عمری کہتے ہیں شدید تنبیہ ہے کہ خواہ مستحدثات عمر تمہیں بدعت
نظر آویں - مگر میرے نزدیک وہ محبوب ترین شئے ہیں انکو لازم پکڑو اور وسوسہ شیطانی کے پیچھے ہرگز نہ چھوڑو ما
فی الحقیقت جب حضرت عمر کے سایہ سے شیطان بھاگتا تھا اور ان کی راہ چھوڑ کر شیطان دوسری راہ
پکڑتا تھا تو حضرت کے قول و فعل میں شیطانی اثر کو کچھ بھی دخل نہیں ہو سکتا اور جسکو بدعت مخالف سنت کہہ
ترک کرنے والا جس لقب کا مستحق ہوجاتا ہے وہ محتاج بیان نہیں - وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین
و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم -
۱۳۹۰ھ
وانا الاحقر ولایت حسین عافاہ اللہ فی الدارین المتوطن گیا محلہ مودیا گھاٹ ۲۱ شعبان

امام بخاری نے فرمایا کہ میری اس کتاب میں جو حدیثیں ہیں سب صحیح ہیں لیکن یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ان کے علاوہ کوئی حدیث صحیح نہیں ہے